اداریـــــــہ:

عصری تناظر میں:

عرفان وتصوف اسلامی

موجودہ صدی کو علم ودانش کی فراوانی اور انسانی شعور کی بیداری وآگہی کی صدی کا نام دیا گیا ہے اور اطلاعاتی وسائل وابلاغ عامہ کی عدیم المثال ترقی کی وجہ سے دنیا ایک عالمی گاؤں میں تبدیل ہوچکی ہے جس کا فطری نتیجہ تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ عالمی انسانی برادری کے درمیان باہمی تعاون اور ایک دوسرے کے علمی تجربات سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے گرانقدر انسانی اقدار کی ترویج وترقی کی راہ میں نمایاں کامیابی حاصل کرتے ہوئے اس دنیا کو امن وسلامتی کے گہوارہ میں تبدیل کردیا جاتا، عالمی انسانی برادری کو حقیقی آزادی اور خوشحالی کے ماحول میں زندگی بسر کرنے کا موقع فراہم ہوجاتا اور تہذیبی، لسانی اور قومی رنگارنگی کے باوجود عالمی ماحول میں سانس لینے والا ہرایک انسان اس حقیقت سے بخوبی آشنا ہوجاتا کہ وہ عالمی انسانی معاشرہ کا اٹوٹ حصہ، کرشمۂ الٰہی کا بہترین نمونہ اور مالک وخالق کائنات کی شناخت کا بہترین وسیلہ ہے۔

جی ہاں ! یہ انسان ہی تو ہے جس کے لئے خداوند عالم نے زمین کا فرش اور آسمان کا شامیانہ بنایا اور دنیا کی تمام چیزیں اور انواع واقسام کی نعمتیں اسی کے لئے خلق کیں اور اس کو راہ مستقیم پر باقی رکھنے کے لئے آدم سے خاتم تک ہزاروں انبیاء اور ختم المرسلین کے بعد آئمہ واولیاء کا لامتناہی سلسلہ قائم کیا اور بنی نوع انسان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے مقدس الٰہی کتب اور صحیفے بھی نازل فرمائے۔ درحقیقت آسمانی کتابوں کے نازل ہونے کا بنیادی مقصد بنی نوع انسان کو گمراہی کے گڑھے سے نکال کر راہ ہدایت کی طرف لے جانا تھا اور اس مقصد میں کامیابی کے لئے انسان کی مکمل شناخت لازمی ہے۔ انسان شناسی کے بنیادی مرحلے سے گزرنے کے بعد خود شناسی کی منزل آتی ہے اور خود شناسی کے بعد خداشناسی کی منزل آتی ہے جس کو عرفان ومعرفت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جو وحدانیت کا درجہ کمال ہے۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انسان خداوند عالم کی باعظمت وصاحب فضیلت مخلوق ہے اور

اس کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ حامل روح الٰہی ہے اور خداوند عالم نے قرآنی ارشاد'' نفخت فیه من روحی '' کے ذریعہ اس بات کی تصدیق بھی کردی ہے کہ آدم کے پتلے نے روح خداوندی کی بدولت ہی آدمیت کا رنگ وروپ اختیار کیا تھا اور دنیا کا ہر انسان صرف اس وجہ سے لائق احترام ہے کہ وہ آدم کی اولاد اور روح خداوندی کا حامل ہے اور آیۂ مبارکہ'' لقد کرّمنا بنی اٰدم'' کی بنیاد پر مکمل وثوق واعتماد کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ انسان صاحب عظمت وفضیلت ہے اور مولانا روم درج ذیل بیت کے ذریعہ ایسے ہی انسان کی تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔

دی شیخ باچراغ ہمی گشت گرد شہر
کز دام و دد ملولم و انسانم آرزوست

جی ہاں ! آج سے تقریباً ۸۰۰ برس قبل مولانا جلال الدین رومی نے جس انسان کی تلاش شروع کی تھی اور جس کی آفاقیت ویگانگت کا اعلانیہ اعتراف کیا تھا اس کی مکمل شناخت پیش کرتے ہوئے دوسری جگہ خود فرماتے ہیں۔

چہ تدبیر ای مسلمانان کہ من خود را نہ می دانم
نہ ترسا، نہ یہودم من، نہ گبرم، نہ مسلمانم
نہ شرقیم، نہ غربیم، نہ برّیم، نہ بحریم
نہ از ارکان طبیعیم، نہ از افلاک گردانم
نہ از خاکم، نہ از آبم، نہ از بادم، نہ از آتش
نہ از عرشم، نہ از فرشم، از نہ کونم، نہ از کانم
نہ از ھندم، نہ از چینم، نہ از بلغار وسقسینم
نہ از ملک عراقینم ، نہ از خاک خراسانم
نہ از دنی، نہ از عقبی ، نہ از جنت نہ از دوزخ
نہ از آدم، نہ از حوا،نہ از فردوس و رضوانم
مکانم لا مکان باشد، نشانم بی نشان باشد
نہ تن باشد ، نہ جان باشد، کہ من از جان جانانم

دوئی راچون برون کردم ، دو عالم را یکی دیدم
یکی بینم، یکی جویم، یکی دانم ، یکی خوانم

واضح رہے کہ انسان حقیقی کی تلاش میں سرگرداں یہ مرد عارف کوئی عام آدمی نہیں بلکہ وہ عظیم شخصیت ہے جس کے منظوم کلام مثنوی معنوی کو فارسی زبان وادب میں قرآن کا درجہ حاصل رہا ہے اور جس کا عقیدہ وایمان یہ رہا ہے کہ جس دل میں غیر اللہ کا وجود ہو اس میں عشق خداوندی کا گزر ممکن نہیں ہے اور جو قلب عشق الٰہی سے معمور ہو اس کی طرف قرآنی آیات یوں اشارہ کرتی ہیں۔
"لقد کرّمنا بنی آدم"۔

اولاد آدم کو عظمت وفضیلت سے سرفراز کرنے والے خدا نے اپنے پسندیدہ دین ''اسلام'' کے ذریعہ بنی نوع انسان کو چودہ سو برس پہلے ہی ان حقائق کی طرف متوجہ کردیا تھا اور بیانگ دہل اعلان کردیا تھا کہ اسلام عوام الناس کا مذہب ہے۔اس کی مقدس کتاب اور اس کے پیغمبر کا فقط مسلمانوں سے نہیں بلکہ دونوں کا تعلق پوری عالمی انسانی برادری سے ہے۔ یہ جغرافیائی حدود کا قائل نہیں ہے۔ رنگ ونسل ، زبان وبیان ریاست وغربت کو اس دین میں سبب امتیاز وفضیلت قرار نہیں دیا گیا بلکہ تقویٰ وپرہیزگاری کو فضیلت کی کسوٹی کہا گیا ہے ۔اس دین میں مرد وعورت کو ایک دوسرے کی ضد نہیں بلکہ دونوں کو ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ بنایا گیا ہے اور سماجی اعتبار سے مرد کے بغیر عورت اور عورت کے بغیر مرد کی زندگی ادھوری رہا کرتی ہے ۔ دیگر مذاہب اور مکاتب فکر کے برعکس اسلام نے انسان کو انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیت سے ذمہ دار قرار دیا ہے اور مال ودولت کو زندگی بسر کرنے کا ذریعہ تو تسلیم کیا ہے لیکن اسے مقصد حیات کبھی نہیں سمجھا اور ''اکمل النّاس عقلاً احسنهم خلقاً'' جیسے منتخب اصولوں کے ذریعہ حسن اخلاق کی قدر وقیمت کی طرف متوجہ کیا اور ''لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اُسوۃ حسنه'' کے ذریعہ پیغمبر اکرم کی ذات والا صفات کو نمونۂ عمل قرار دیتے ہوئے ان کی سنت وسیرت کی پیروی کو ماحصل حیات قرار دیا۔

تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ پیغمبر کی حیات طیبہ کے دوران اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مہلک سازشوں کا جال پھیلا نے والی اسلام دشمن طاقتیں ان کی رحلت کے بعد اپنی سازشانہ حرکتوں سے باز نہیں آئیں بلکہ فرقہ بندی اور تفرقہ سازی کے

ذریعہ اسلام محمدی کو مختلف جماعتوں کے درمیان تقسیم کردیا تاکہ اصل اسلام کی شناخت مشکل ہوجائے۔ اس سازش کا فطری نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ خلافت الٰہی ملوکیت میں تبدیل ہوگئی اور نام نہاد مسلم حکمرانوں نے اپنے اقتدار کی حفاظت اور اپنی ذاتی خواہش کی تکمیل کی خاطر جو اعمال انجام دئے وہ عوام الناس کی نظر میں اسلامی اعمال بن گئے اور حکمراں جماعت کی بداعمالیوں کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کا گلا گھونٹ دیا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے حقیقی اسلام محمدیؐ کی تبلیغ واشاعت کی راہ میں بڑی بڑی رکاوٹیں کھڑی کردی گئیں اور ننگی تلواروں کے سایہ میں حقیقی اسلامی تعلیمات سے انحراف اور بے راہ روی کا بازار گرم ہوگیا۔

ایسے ظالمانہ اسلام دشمن ماحول میں عشق الٰہی سے سرشار اور خداشناس افراد نے اپنے مخصوص انداز میں محمدؐ وآل محمدؐ علیہم السلام کے ارشادات پر مبنی اسلامی تعلیمات اور مکتب اہلبیت کی تبلیغ واشاعت کا کام شروع کردیا اور دھیرے دھیرے عرفاء وصوفیاء کی اس جماعت نے ایک عظیم الشان تحریک کی شکل اختیار کرلی جس کو صوفی تحریک کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ اس تحریک سے وابستہ صوفی بزرگوں نے اپنے الٰہی اور انسانی مشن کی کامیابی کے لئے دور دراز علاقوں کا سفر اختیار کیا۔ بات صرف اندلس اور ایران وعربستان کی جغرافیائی حدود تک محدود نہ رہی بلکہ چست وکاک وشوش وہمدان سے عظیم المرتبت عرفاء وصوفیاء سرزمین ہندوستان میں داخل ہوئے اور اسلام نے انسان دوستی اور بشر نوازی کا جو پیغام دنیا والوں کے سامنے پیش کیا تھا اور جس کو نام نہاد مسلمان بادشاہوں کی ظالمانہ راہ وروش کے ذریعہ دبادیا گیا تھا، اسے دوبارہ اور پہلے سے زیادہ موثر انداز میں لوگوں تک پہنچانا شروع کردیا اور لوگ حق وصداقت پر مبنی اسلامی تعلیمات، الٰہی احکامات اور مکتب اہلبیت کے گرویدہ ہونے لگے۔ عرفاء صوفیاء کے ذریعہ اسلام محمدی کی غیر معمولی مقبولیت کا یہ منظر اسلام دشمن طاقتوں کو اچھا نہ لگا چنانچہ اس تحریک کی نابودی کے لئے صوفی نما افراد کی ٹولیاں حرکت میں آگئیں اور شریعت وطریقت اور اسلامی وشرعی اعمال کی پیروی وعدم پیروی جیسے خود ساختہ معیاروں کے ذریعہ عرفان وتصوف اسلامی کا تجزیہ کیا جانے لگا۔

واضح رہے کہ علم وآگہی اور روشنی وبیداری کی موجودہ صدی کے دوران مفروضہ عقائد میں ظاہری تڑک بھڑک تو ہوسکتی ہے لیکن دستاویزی شواہد کی روشنی میں دیکھا جائے گا تو صاف ظاہر ہوجائے گا کہ

اسلام نے انسان شناسی، خود شناسی اور خداشناسی کا جو درس دیا تھا عرفاء وصوفیاء گذشتہ صدیوں کے دوران ان تعلیمات کو مختلف انداز سے دنیائے بشریت کے سامنے پیش کرتے رہے۔ سر دست انسانی دنیا نابودی کے کگار پر کھڑی ہوئی ہے اور مادیت زدہ ماحول میں جبکہ اخلاقی قدریں نابود ہوتی چلی جارہی ہیں، عرفاوصوفیا کی تعلیمات کی بڑی اہمیت ہے کیونکہ نابودی کے بھنور سے نجات کا واحد راستہ انسان دوستی اور عالمی انسانی برادری کا احترام ہے اور احترام آدمیت ہی اسلام اور راہ اسلام ہے۔

☆☆☆